النفح الشذی اور تکملۃ النفح الشذی کے فقہی مباحث کا تقابلی جائزہ

Comparison of Fiqi Debates in Al Naffa Al Shazzi and Takmala Al Naffa Shazzi

*ڈاکٹر طاہر سلیم
**ڈاکٹر اشفاق علی

Abstract

The Sayings/Narration of the Holy Prophet Muhammad (PBUH) are collected as Books of Ahdith. There are six famous and authentic package of books of Ahdith known as Sah Sitta. Jamy Al Tirmzi is one of Sah Sitta Book. There are several translatory/Explanatory books of Jamy Al Tirmzi. One of these books is Al Naffa ul Shazzi written by Syed Ul Nass and later on completed as Takmala Al Naffa ul Shazzi written by Hafiz Al Iraqi

In These books Fiqi debates has also been discuss in detail

The article reflects the comparison of Fiqi Debates in Al Naffa Al Shazzi and Takmala Al Naffa Shazzi. The opinions and arguments of various Aimaas and Islamic intellectuals regarding Fiqi issues, religious thoughts and belief have been addressed in this article.

النفح الشذی کا تعارف:

دنیا میں قرآن کریم کی تفسیر کے بعد جناب رسول ﷺ کے فرمودات کی وضاحت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔آپ ﷺ کے فرامین کو یاد کرکے معاصرین اور شائقین علم حدیث تک پہنچانے کی سعی کی گئی آپ ﷺ نے اپنے فرامین کو دوسروں تک پہنچانے والوں کے لئے یوں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے: ''نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمع، فرب مبلغ أوعى من سامع''[1]

(اللہ تعالیٰ اُس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے جو سنا اُسے اسی طرح دوسروں تک پہنچایا، بعض لوگ جن تک

*لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف آزاد جموں کشمیر، مظفر آباد
**لیکچرر، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

بات پہنچائی جاتی ہے، وہ سننے والوں کی بنسبت بات کو زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوتے ہیں)

ان فرامین کو دوسروں تک پہنچانے کا مقصد آقائے دوجہاں کے فرمودات کے مفاہیم اور اسرار ورموز پر دوسروں کو روشناس کروانا ہے۔ اسی غرض کے پیش نظر محدثین نے مختلف اسالیب سے حدیث کو مرتب کیا اور مرویات کے اسرار ورموز سے پردہ اُٹھانے کے لیے ہر زمانہ کے محدثین نے اپنی بساط کے مطابق آگاہی کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ان ذی علم شخصیات میں سے آٹھویں صدی کے مایہ ناز عالم ابن سید الناس بھی ہیں جنہوں نے ''جامع الترمذی'' کی مرویات کی تشریح پر جامع کتاب '' النَّفْحُ الشَّذیّ''تالیف کی جو سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر لکھی گئی کتاب ''عیون الاثر'' کے بعد سب سے اہم مگر نامکمل تالیف ہے جو''النَّفْحُ الشَّذیّ شَرْحُ جَامِعُ التِّرمذی'' کے نام سے مشہور ہے۔اس کے نامکمل ہونے کے بارے میں محدّثین لکھتے ہیں۔''شرع لشرح التِّرْمِذِیّ وَلَو اقْتصر فِیه علی فن الحَدِیث من الْکَلَام علی الْأَسَانِید لکمل''[2] یہ کتاب سعودی مکتبے ''دار الصمیعی '' سے ۴ جلدوں پر مشتمل ابو جابر الأنصاری، عبدالعزیز أبو رحلۃ اور صالح اللحام کی تحقیق کے ساتھ ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۴۲۸ھ کو شائع ہوئی۔ جس کے صفحات کی تعداد ۲۱۰۷ ہے بقول ابن فہد یہ کتاب '' کتاب الصلاۃ ' کے باب '' ما جاء أن الأرض کلها مسجد إلا المقبرة والحمام. '' تک ہے۔ [3] جبکہ مذکورہ ادارہ سے یہ کتاب ''باب ما جاء فی القراءة فی صلاة العشاء ''شائع ہوئی ہے۔کتاب کی مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ جلد اول ۴۸۹ صفحات پر مشتمل ہے جس کی ابتداء میں شارح کی طرف سے تین صفحات کا مختصر مقدمہ تحریر کیا گیا ہے جس میں علم حدیث کے فضائل وجہ تالیف اور منہج کو ذکر کیا گیا ہے منہج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"لنقدم بین یدی هذ المرام مقدمتین:''من التعریف بأبی عیسی الترمذی، وبمن بیننا وبینه فی إسنادهذا الکتاب إلیه، علی سبیل الاختصار۔ ثم من التعریف بکتابه، وثناء الناسِ علیه، وتعظیمهم له؛ تقریظًا یجلو علی ذی العلم فضله، ویحله من ذهنه المقلد محله[4]"

ترجمہ: مقصود سے پہلے ہم دو مقدمے ذکر کریں گے۔ **پہلے:** میں امام ترمذی کا تعارف اور ترمذی شریف کی ہم سے لے کر امام ترمذی تک کی سند کا مختصر تذکرہ۔ **دوسرے:** میں امام ترمذی کی کتاب کا تعارف، کتاب کے بارے میں لوگوں کے تعریفی کلمات، اور اس کی عظمت، اور ایسا تبصرہ جس سے عالم پر اس کتاب کی فضیلت روشن ہو جائے اور مقلد کے ذہن میں اس کتاب کا مقام واضح ہو جائے لکھا جائے گا۔

مقدمہ اول کے ۸ صفحات ہیں، جس میں امام ترمذی کے احوال بیان کرنے کے بعد سنن ترمذی کے حوالے سے اپنی سند پر مختلف طرق پر روشنی ڈالی ہے (مصنف نے جن شیوخ سے ترمذی کا سماع کیا ہے یا اجازت حاصل کی ہے اُن کے تمام طرق کو بیان کیا ہے۔)، اپنے شیوخ کا مرتبہ، تاریخ پیدائش اور سماع واجازت کے علاوہ سند میں مذکور روات کی حیثیت کو بھی نقل کیا ہے۔ جیسے سند میں مذکور محدث ''ابنابن البناء'' کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وهو أبو الحسن عليُّ بن أبي الكرم نصرِ بنِ المبارك بنِ محمدِ بنِ أبي السيد المكي قال ابنُ نقط هكذا أملى عَلَيَّ نَسَبه بمكة في ذي الحجة مِن سنة خمس عشرة وستمائة، وقال في،''والدي مِن أهل بغداد، وأصلي من واسط، وسألته فأخرج إليّ خط الكروخي، وقد كتب له أنّه سَمِعَ منه جميع كتاب ''الجامع للترمذي''، و''كتاب العلل''في آخره، وهو ثبتًا صحيح--- سماعه صحيح-بلغنا أنه توفي في ثامن ربيع الأول من سنة اثنين وعشرين وستمائة، بمكة''[5]

(اُن کا نام ''ابوالحسن علی بن ابوالکرم نصر بن المبارک بن محمد بن ابوالسید ہے۔ مکی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ابن نقط ان کے بارے میں کہتے ہیں، انہوں نے مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ۶۱۵ھ میں اپنا یہی نسب نامہ تحریر کروایا۔ اور یہ فرمایا کہ ''اُن کے والد بغداد سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ان کا آبادی وطن واسط ہے۔ ابن نقط نے اُن سے جامع ترمذی کی سند کی بابت سوال کیا تو ابن البناء نے ان کو محدث الکروخی کا خط دیکھایا، جس میں تحریر تھا کہ انہوں نے مجھ سے امام ترمذی کی کتاب ''الجامع للترمذی''اور ''کتاب العلل'' مکمل سنی ہے اور یہ ثقہ اور مستند ہیں۔۔۔(ابن نقط کہتے ہیں) کہ اُن کا یہ سماع درست تھا۔ اس کے علاوہ ہم کو یہ اطلاع ملی کہ اُن کا انتقال ربیع الاول ۶۲۲ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔)

جب کہ دوسرا مقدمہ ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس کی ابتداء میں کتاب کی اہمیت کو بیان کرنے کے بعد روایات کی درجہ بندی کی گئی ہے کہ سنن ترمذی میں چار قسم کی احادیث ذکر کی گئی ہیں:

اول قطعی اور صحیح احادیث: یہ وہ احدیث ہیں جن میں بخاری اور مسلم نے موافقت کی ہو۔

دوم وہ احادیث جو سابقہ دونوں قسموں کے برعکس ہیں اور اُن میں شامل نہ ہونے کی وجہ بھی ذکر کی گئی ہے۔

سوم وہ احادیث جو ابوداود اور امام نسائی کی شرائط پر پر ذکر کی گئی ہیں

چہارم وہ احادیث جن پر کسی نہ کسی فقیہ نے عمل کیا ہو''[6]

یہ تقسیم ابو نصر عبدالرّحیم نے اپنی کتاب ''مذاهب الائمة فی تصحیح الحدیث'' میں کی ہے۔اسماءالرّجال کے اقوال نقل کر کے امام ترمذی کے نقطہ نظر کو عمدہ انداز میں واضح کیا ہے مختلف مقامات پر ماہرین کی آراء نقل کرنے کے بعد ''قلت '' سے اُن کے مفہوم کی توضیح و تنقیح کرتے ہیں۔ایک موقع پر ترمذی کی احادیث کے بارے میں یوسف بن احمد کا قول نقل کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"على أن الترمذی قد استثنی حدیثین من هذه القاعدة فقال فی ''العلل''،إنه لم یقل بهما أحد من أهل العلم"[7]

میں کہتا ہوں کہ اس اصول سے امام ترمذی نے دو روایات کو مستثنیٰ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کتاب العلل میں کہا ہے۔ یہ دونوں وہ روایات ہیں جن پر اہل علم نے کلام نہیں کیا۔

جلد اوّل: کے ۴۵۰ صفحات اور کتاب الطهارة کے ۱۴۰ ابواب جو ''کتاب الطهارة عن رسول الله سے لے کر'' باب ماجاء فی التمندل بعد الوضوء''تک کی توضیح کی گئی ہے۔

جلد دوم: ۴۷۴ صفحات اور ۱۴۳ ابواب مشتمل ہے جو''باب ماجاء یقال بعد الوضوء'' سے شروع ہو کر '' باب فی المنی والمذی''پر اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

جلد سوم :کے ابتدائی ۳۲۰ صفحات میں کتاب الطهارة کے ۱۱۸ ابواب یعنی''باب ما جاء فی المذی یصیب الثوب'' تا''اختتام کتاب الطهارة '') کی توضیح کی گئی ہے۔بعد ازاں ۱۹۵ صفحات میں کتاب الصلاة کے ۲۳ ابواب''باب ما جاء فی مواقیت الصلاة '' تا'' باب ماجاء فیمن ادرک رکعة من العصر قبل ان تغرب الشمس'' کی شرح کی گئی ہے۔

جلد چہارم: ۶۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔جس میں کتاب الصلاة کے ۱۹۱ ابواب یعنی''باب ماجاء فی الجمع بین الصلاتین فی الحضر''تا''باب ماجاء فی القراءةفی صلاة العشاء'' کی توضیح کی گئی ہے۔

تکملۃ النفح الشذی کا تعارف

آپ ﷺ سے محبت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے ہر عمل کو اپنی زندگی کا ''جزلاینفک'' بنائے ہوئے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے فرامین کو یاد کرنے اُن کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کئے ہوئے تھے۔ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علماء اور محدثین نے نبی کریم ﷺ کے

ارشادات کو سمجھا اور یاد کیا اور ہر دور کی مناسبت سے استنباط بھی کرتے رہے۔ شیخ الحدیث حافظ زین الدین العراقی کا شمار بھی ایسے ہی ذی استعداد لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ساری زندگی حدیث کی خدمت میں بسر کردی سیرت اور حدیث پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی کتابوں میں ''تکملہ النفح الشذی'' اہمیت کی حامل ہے جو ابن سید الناس کی ''جامع الترمذی'' پر لکھی جانی والی شرح ''النفح الشذی فی شرح الترمذی'' کا تکملہ ہے اس پر محدّثین کا اتفاق ہے چنانچہ محمد بن احمد بن علی الفاسی لکھتے ہیں:

'' شرح لبعض ''جامع الترمذی'' کمل به علی شرح الحافظ أبی الفتح محمد بن سید الناس الیعمری السابق''[8]

ترجمہ: انہوں نے جامع ترمذی کے بعض حصہ کی شرح کی ہے جسے ابو الفتح محمد بن سید الناس الیعمری کے انداز پر مکمل کیا ہے۔

ابو بکر بن احمد بن محمد المعروف قاضی شہبہ رقم طراز ہیں:

" شرع فِی تَکْملة شرح التِّرْمذِیّ تذییلا علی ابْن سید النَّاس فَکتب مِنه نَحْو عشر مجلدات الی دون ثلثی الجامع"[9]

انہوں نے ابن سید الناس کی ترتیب پر شرح الترمذی کے تکملہ کی ابتدا کی۔ جس میں الجامع الترمذی کے ثلث سے کم پر دس جلدیں لکھیں۔

جب کہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''شرع فی إکمال شرح الترمذیّ لابن سید الناس''[10]

ترجمہ: ابن سید الناس کی شرح الترمذی کی تکمیل کی انہوں نے ابتدا کی۔

جلال الدین السیوطی حافظ عراقی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ابن سید الناس نے ترمذی کے شرح کا تکملہ لکھا۔[11]

اس کتاب کی ابتداء مولف نے کس باب سے کی۔ اس کی بابت مصنف نے خود صراحت کی ہے۔ چنانچہ کتاب کے شروع کے مقدمہ میں اس باب کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: علامہ یعمری نے ترمذی کی شرح میں طویل کلام کیا اور اُن روایات کی تخریج کی جن کی طرف ''فی الباب عن فلان'' میں اشارہ کیا ہے۔ یہ شرح '' باب ما جا ءان الارض کلها مسجد الا المقبرة والحمام'' تک ہے میں اس کے تکملے کی ابتدا یہیں سے کروں گا اس میں حافظ عراقی کی طرف مقدّمہ تحریر نہیں کیا گیا[12] یہ کتاب تاحال کسی ادارہ سے شائع نہیں ہوئی۔ البتہ اس کتاب کے مختلف حصوں کی تحقیق و تخریج پر ایم اے سطح کے مقالہ جات لکھے گئے ہیں، جو شائع ہو چکے ہیں جن کی تفصیل درج

ذیل ہے۔

''باب ما جاء فی قتل الوزع من ابواب الصیدحتی نھایۃباب ما جاء فی کراھیۃ الخلف بغیر اللہ من ابواب النذور و الایمان''

کی تحقیق و تخریج پر مقالہ جامعۃ اسلامیۃ مدینۃ منورۃ کے شعبہ حدیث کے طالب علم ایاد بن عبداللہ دخیل المحطب نے سنہ ۱۴۲۷ھ میں لکھا، جس کا عنوان ''تکملة شرح الترمذی'' للحافظ العراقی (تحقیق ودراسۃ)'' ہے۔

☆ ''من اول باب ما جاء فی رمی الجمار راکبا الی نھایۃ باب ما جاء فی غسل المیت'' کی تحقیق و تخریج پر مقالہ جامعۃ اسلامیۃ مدینۃ منورۃ کے شعبہ حدیث کے طالب علم محمد بن عبدالعزیز الجمعان نے سنہ ۱۴۲۴ھ میں مقالہ تحریر کیا، جس کا عنوان ''تکملة شرح الترمذی للحافظ زین الدین العراقی من اول باب ما جاء فی رمی الجمار راکبا الی نھایۃ باب ما جاء فی غسل المیت دراسۃ وتحقیقاً'' ہے۔

☆''کتاب الاحکام'' کی تحقیق و تخریج پر جامعۃ ازہر میں شعبہ حدیث کے طالب علم مصطفی محمد عمارۃ نے ۱۹۹۲ء میں مقالہ بعنوان ''تکملة شرح الترمذی للحافظ زین الدین ابی الفضل عبدالرحیم العراقی کتاب الاحکام تحقیق و دراسة'' ہے۔[13]

☆''کتاب الدیات والحدود' کی تحقیق و تخریج پر مقالہ جامعۃ ازہر کے شعبہ حدیث کے طالب علم محمد احمد الشریف نے ۱۹۹۷ء میں بعنوان ''شرح سنن الترمذی کتاب الدیات و الحدود'' للحافظ زین الدین ابی الفضل عبدالرحیم العراقی تحقیق و دراسة تحریر کیا[14]

النفح الشذی اور تکملۃ النفح الشذی اور فقہی مباحث

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنا کر بھیجا ہے۔ قرآن کریم کے مفاہیم اور اسرار سے آگاہی کے لیے محبوب پیغمبر ﷺ کو بھیجا۔ اعمال وعقائد کی اصلاح کے علاوہ آپ ﷺ کو علم الٰہی پہنچانے کا فریضہ وسونپا گیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِم''[15]

اس لیے قرآن کریم کے ساتھ آپ ﷺ کے ارشادات جو در حقیقت قرآن کی تفسیر کا درجہ رکھتے ہیں کی تحصیل کی جانب بھی خصوصی توجہ دی گی۔ قرآن کریم کو حفظ کرنے کے ساتھ احادیث مبارکہ کو بھی یاد کرنے اور ان

کی توضیح و تشریح کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے شروع رہا جو بعدازاں علم و فن کی صورت میں منصہ شہود پر آیا۔ بہت سے محدثین آپ ﷺ کے فرامین اور ارشادات کی توضیح و تشریح پر کتب تحریر کرنے لگے اور مسائل کا حل احادیث مبارکہ کی روشنی میں پیش کرتے نت نئے مسائل پر احادیث سے استدلال پیش کرتے اور اعتراضات کا تشفی بخش حل پیش کرتے۔ حسب دستور ترمذی شریف کی مذکورہ شرح میں بھی فقہی مباحث پر نہایت مفصل اور عمیق گفتگو کی گئی ہے اور مصنف کی طرح حافظ عراقی نے تکملہ میں فقہی مباحث پر نہایت عمدہ کلام کیا ہے۔ ذیل میں دونوں کے فقہی مباحث پر کلام کے طریقہ کار اور انداز پر تقابلی نقطہ نظر پیش کیا جائے گا۔

ابن سید الناس پہلے امام ترمذی کی روایت ذکر کرتے ہیں پھر "وفی الباب " اس کے بعد " وفی الباب مما لم یذکرہ الترمذی" سے دیگر روایات کی تخریج کرتے ہیں اور پھر باب کی روایات کی روشنی میں آئمہ کے مذاہب اور ان کے مستدلات کو ذکر کرتے ہیں۔ جیسے "باب في النهي عن استقبال القبلة بغائط أو بول" کے عنوان کے ذیل میں فقہی آراء کو مفصل اور مدلل انداز میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي الحديث: دليل على المنع من استقبال القبلة واستدبارها وقد اختلف العلماء في ذلك: فمنهم من منع ذلك مطلقًا، أخذًا بظاهر هذا الحديث۔۔۔ ومنهم من اختار ذلك مطلقًا في الصحراء والبنيان؛ واحتجوا بحديث ابن عمر الاتي في الباب بعد هذاالخ [16]

ابن سید الناس نے استقبال واستدبار قبلہ کے بارے تقریباسات مذاہب بمع دلائل ذکر کیے ہیں اور ضمناً بعض فروعی مسائل پر بھی تفصیلی کلام کیا ہے۔ اسی طرح "باب ما جاء في التيمم" کے ذیل میں تیمم [17] "باب ما جاء في وضع اليمين على الشمال في الصلاة" میں نماز میں ہاتھ باندھنے سے متعلق مسائل بیان کیے گئے ہیں :[18] اس کے ساتھ بعض مرتبہ "وفيه مسائل" کے عنوان کے ذریعے مذکورہ باب سے متعلقہ روایات سے مستنبط ہونے والے مسائل کو بیان کر کے اُن کے قائلین کا تذکرہ بھی کرتے ہیں مثلاً "باب ما جاء في الأذان بالليل" کے ذیل میں "فيه مسائل" کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

الثالث:يؤذن في الشتاء لسبع يبقى من الليل وفي الصيف لنصف سبع نقله إمام الحرمين واخرون من الخراسانيين ورجحه الرافعي [19]"

الغرض ابن سید الناس نے صرف فقہی مذاہب کو نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا، بل کہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے اقوال اور فقہا شافعیہ کی آرا کو بھی ذکر کیا ہے جس سے مسائل کی حقیقت اُس کے قائل اور دلائل کا پتہ چلتا ہے۔

یہی طرز حافظ عراقی نے تکملہ میں اپنایا ہے فقہی مباحث پر بھی کلام کیا ہے مثلاً "باب ماجَاءَ فی الاشتراک فی البدنة والبقرة" کی "الوجه الخامس "اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات لوگوں کے شریک ہونے پر حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فی حدیث جابرؓ دلالة علی التسویة بین البدنة و البقرة فی ان کلا منهما عن سبعة، وهو قول الائمة الاربعة والاوزاعی و ابی ثور وداود و عامة الفقهاء خلا اسحاق ففرق بینهما۔۔۔"[20]

اسی طرح" باب ما ذکر فی فضل العمرة" میں ہر سال عمرہ کرنے کی بابت فقہاء کی آراء کا تذکرہ کرتے ہوئے الوجہ السادس میں لکھتے ہیں:

"استدل به علی استحباب تکرار العمرة فی السنة مراراً، وهو قول الشافعی و الجمهور وذهب مالک"[21]

اسی طرح "باب ماجَاءَ فی الاشتراک فی البدنة والبقرة" کی الوجه السادس کے ذیل میں حدیث کے عمومی معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے آئمہ مذاہب کے درمیان ہونے والے اختلاف کی بابت تحریر کرتے ہیں:

"یستدل بعمومه علی جواز الاشتراک فی البدنة و البقرة، و ان اراد بعضهم التقرب، و بعضهم اللحم، وهو قول الشافعی و الجمهور- و ذهب ابو حنیفة الی انه لا یجزی الاشتراک الااذاقصد جمیعهم التقرب۔"[22]

آئمہ فقہاء کے اقوال کو نقل کرنے کے علاوہ بسا اوقات فقہی آراء کے ساتھ صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا بھی تذکرہ کردیتے ہیں۔ جیسے "بَابُ مَا جَاءَ مَتَى تُقْطَعُ التَّلْبِيَةُ فِي الْعُمْرَةِ" کی بابت متعدد اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"احدها:هو قول الجمهور من الصحابة و التابعین ومن بعدهم انه یقطعها حین الشروع فی رمی جمرة العقبة، وهو قول سفیان االثور، ابی حنیفة، الشافعی، واحمد فی اصح الروایتین عنه و ابی ثور---واصحها القول الاول۔۔۔"[23]

اسی طرح ''باب ما جاءفی الاشتراط فی الحج'' کے ذیل میں الوجہ الخامس میں محرم بیماری کی وجہ سے احرام کھول سکتا ہے یا نہیں، اس بارے میں فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہیں:

''فیه دلیل لمن قال بجواز اشتراط الحاج او المعتمر فی احرامه انه ان مرض او حبس تحلل من احرامه، وهو قول جمهور الصحابة و التابعین ومن بعدهم قال به عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب و عبدالله بن مسعود وعمار بن یاسر وعائشة و ام سلمة وجماعة من التابعین وهو قول احمد و اسحاق وابی ثور واکثر اصحاب الشافعی- وذهب بعض التابعین ومالک و ابو حنیفة الی انه لا یصح الاشتراط ---''[24]

حافظ عراقی آئمہ مذاہب اور دیگر فقہاء کے اقوال کو نقل کرنے کے علاہ ان کی علت بھی ذکر کرتے ہیں اور اگر اتفاقی حکم کی علت میں اختلاف ہو تو اس کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ جیسے ''باب ماجاء ما تقضی الحائض من المناسک'' کی وضاحت کی ضمن میں حائضہ عورت کے طواف نہ کر سکنے کی علت کی بابت کلام کرتے ہوئے الوجہ السادس کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں کہ حائضہ کے طواف نہ کر سکنے کے بارے میں تو اجماع ہے لیکن علت میں اختلاف ہے:

'' فقال مالک و الشافعی و احمد:هي شرط-وقال ابو حنیفة: لیست بشرط، قال: العلة فی بطلان طواف الحائض عدم الطهارة، ومن لم یشترطها قال: العلة فیه کونها ممنوعة من اللبث فی المسجد''[25]

اور کبھی فقہی مسائل میں اختلاف کی دلیل کو ذکر کرنے کے علاوہ اتفاقی مسئلہ کی جداگانہ علت ہو تو اس کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح حدیث الباب سے مختلف معانی کے احتمال سے جو مسائل اخذ کیے جا سکتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسے ''بَابُ مَا جَاءَ فِي العُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ أَمْ لَا؟'' کے ذیلی باب کی روایت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اختلف فی معنی هذا الحدیث علی ستة اقول: احدها: ماجزم به الترمذی ان المراد دخلت فی اشهر الحج، بمعنی انه یجوز فعلها فی اشهر الحج خلافا لما کانت علیه الجاهلیة من انهم کانوا یرون العمرة فی الحج من افجرالفجور--- وقد ذهب اکثر اهل العلم الی جواز العمرة فی اشهر الحج مطلقا، سواءفی ذلک اهل مکة وغیرهم- وقال اصحاب ابی حنیفة: لیس

لاهل مكة تمتع، فليس لهم ان يحرموا بالعمرة فى اشهر الحج--- والقول الثانى: ان معنى الحديث جواز القران، وهو انه يجوز الجمع بين الحج والعمرة فى احرام واحد، وهذا متفق عليه انه يجوز القران بين النسكين--- والقول السادس: ان معنى الحديث ان العمرةلاتجب فى العمر الا مرة كالحج۔۔"[26]

حافظ عراقی نے تمام معانی کو ذکر کر کے اُن سے فقہی مسائل کا استنباط کرنے والے قائلین کا تذکرہ کرتے ہیں اور جس فقہی مسئلہ کو درست نہیں سمجھتے اس کی تردید کر کے اپنے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔اور بسا اوقات احادیث سے دیگر جزوی مسائل کا استنباط بھی کرتے ہیں۔ جیسے "باب العقيقة" کے ذیل میں فقہی احکام سے فارغ ہونے کے بعد "الوجه السادس اور سابع" میں دیگر جزوی مسائل کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" فيه ان الخطيب، والعالم، والشيخ، والواعظ، اذا تكلم بامر لايفهمه بعض السامعين ان يبين له معناه، والمراد به ، وان لم يسال عن تفسيره"[27]

یعنی عالم کو چاہیئے کہ وعظ یا تدریس کے دوران اہم باتوں کو آسان انداز سے پیش کرے اور مشکل الفاظ کی وضاحت بھی کرے، تاکہ وہ سامع جو کسی وجہ سے سوال کرنے سے قاصر ہو وہ بھی بات کو سمجھ جائے اس لئے عام اور واضح انداز میں بات کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔

خلاصہ بحث

ابن سید الناس فقہی مباحث میں آئمہ فقہاء کے مذاہب کو بمع دلائل ذکر کرتے ہیں۔اُن دلائل پر اصول حدیث کی روشنی میں کلام کرتے ہیں۔اور "قلت' سے حدیث اور اس کے ذیل میں آنے والے فقہی مسائل کا خلاصہ بیان کر دیتے ہیں۔اور عموما فقہاء کے اقوال کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر "وفيه مسائل" کے عنوان سے حدیث سے متعلقہ مسائل اور اُس کے قائل کی نشاندہی بھی کر دیتے ہیں۔ حدیث باب سے متعلقہ تمام فقہی آراء اس میں اختلاف اور ان کے دلائل کو الگ الگ تفصیل سے ذکر کرتے ہیں مگر راجح قول کا ذکر نہیں کرتے۔جب کہ حافظ عراقی نے بھی یہی انداز اپنایا ہے فقہی مسائل اور اس میں آئمہ مذاہب کے اقوال اور اُن کے دلائل بیان کرتے ہیں، سوال وجواب کے انداز میں جمہور کے مسلک پر ہونے والے اعتراض کو دور کرتے ہیں، بعض اوقات صحابہ کرام، تابعین کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں۔ مسئلہ کی علت اور وجہ اختلاف کی نشاندہی بھی کرتے ہیں لیکن عموماشوافع کے مسلک کی تائید کرتے ہیں ۔ان کی خصوصیت یہ ہے کہ حدیث کے جس

حصہ سے متعلق فقہاء کی آراء مختلف ہوں اُن کو ذکر کر کے اُن آراء پر کلام کرتے ہیں۔اسی طرح حدیث کے مختلف مطالب سے فقہاء نے جو استنباط کیا ہے اس کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔حافظ عراقی کی کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ فقہی مباحث میں انہوں نے اگرچہ طویل کلام کیا ہے مگر انداز نہایت اسہل انداز اپنایا ہے۔جو مسئلہ ذکر کرتے ہیں اُسی تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں اور: الوجه الاول، الثانی... الخ کے عنوان سے ذریعے بات کو سمجھنے میں بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔غرض حدیث کی تشریح میں مسائل بیان کرنے کے لیے کتب فقہ اور قواعد فقہیہ کا سہارا لیتے ہیں جو اس بات کی غماز ہے کہ آپ نے شرح مرتّب کرنے کے لیے کثیر کتب سے استفادہ کیا ہے۔

Refrences

[1]Abū ‘Īsā Muḥammad Bin ‘Īsā,Al jām‘ Al Tirmadhī,Shirkat Muṣṭafā Al Bābī Miṣar 2nd Edition,1975,Vol:5,Pg:34

[2] Ibn Ḥajar Aḥmad Bin ‘Ali,Al Durar Al Kāmina Fī A‘yān Al Mia’Al Thamina,Majlas Dā’ira Sl M‘ārif Al Hind,1922,Vol:5,Pg:477

[3] Ibn Fahad Muḥammad Bin Muḥammad,Al I’lḥāẓ Bzail Ṭabaqāt Al Ḥuffāẓ,Dar Al Kutub Al ’Ilmīya Beirut,1998,Pg:151

[4] Ibn Seyd al nās Muḥammad Bin Muḥammad,Al Nafakh Al Shazī Sharaḥ Jām‘ Al Tirmadhī,Dār Al Ṣamī‘ī Le nashar Wl tawzī‘Reyāḍ,2007,Vol:1,pg:9

[5] Ibid Vol:1,Pg:14

[6] Ibid Vol:1,Pg:20

[7] Ibid Vol:1,Pg:21

[8] Al Fāsī Muḥammad Bin Aḥmad bIn ‘Alī,Dhail Al Taqyīd Fī Rowāt Al Sunan Wal Asānīd,Dār Al Kutub Al ‘Ilm‘īya Bearūt,1990,Vol:2,Pg:108

[9] Ibn QāḌī Abū Bakar Muḥammad Bin Aḥmad,Ṭabaqāt Al Shāf‘īya,‘Aālim Al Kutub Bearūt,1417, Vol:4,pg:32

[10]Ibn Ḥajar Aḥmad Bin ‘Alī,A,Ambā Al ‘Ambar,’Iḥyā Al Turath Al ’Islāmī Misar,1969,Vol:6,Pg:276 ۱

[11]Al Suyūṭī ‘Abdul Raḥḥmān Bin Abū Bakar,Ḥusnul Muḥāḍara Fi Tārīkh Misar Wl Qāhira Dar ’Iḥyā Al Kutub Al ‘Arab‘iya Misar,1967,Vol1,Pg:360

[12]Ḥāiẓ ‘Irāī ‘Abdul Raḥīm Bin Al Ḥussian,Takmla Sharaḥ Al Tirmadhī,Vol:1,Pg:6

[13] Thesis.mandumah.com/record/86361

[14] Ibid,96657

[15] Al Naḥal:44

[16] Al Nafakh Al Shazī Sharaḥ Jām‘ Al Tirmadhī,Vol:1,Pg:99

[17]Ibid,Vol:3,Pg:294-296

[18]Ibid,Vol:4,373-374

[19]Ibid,Vol:4,89-96

[20]Al Jam‘ān Muḥammad Bin ‘Abdul ‘Azīz,Talmila Sharaḥ Al Tirmdhī Lil Ḥāfiẓ Zain Al Dīn Al ‘Irāqī Drāsa W Taḥqīq,Al,Jāmi‘a Islāmiya Madīna Munwwra al s‘ūdīya,1424,Pg:143-144

[21]Ibid,Pg:444
[22]Ibid,Pg:145
[23]Ibid,Pg:297-300
[24] Ibid,Pg:- 518-519
[25] Ibid,Pg:551-552
[26] Ibid,Pg:337-340
[27]Ayād Bin ‘Abdullha Dakhīl ,Al Nafakh Al Shazī Sharaḥ Jām‘ Al Tirmadhī, Jāmi‘a Islāmiya Madīna Munwwra,1427,Pg:344